ترجمہ: مولانا عمران اشرف عثمانی
ترتیب وتلخیص: مولانا سفیر احمد ثاقب

سُود کے معاشی نقصانات

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے تاریخی فیصلے سے اقتباسات

سود کے نقصان دہ اثرات

سودی قرضوں کا دائمی رجحان یہ ہے کہ وہ مالداروں کو فائدہ اور عام آدمیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ پیدائش دولت، وسائل کی تخصیص اور تقسیم دولت پر بھی منفی اثرات لاتے ہیں۔ ان میں سے چند اثرات ذیل میں درج ہیں۔

(ا) وسائل کی تخصیص پر اثرات بد:

موجودہ بینکاری نظام میں قرضے زیادہ تر ان لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جو مال ودولت کے لحاظ سے خوب مضبوط ہوتے ہیں اور وہ ان قرضوں کے لئے آسانی کے ساتھ رہن (گروی) مہیا کر سکتے ہیں، ڈاکٹر عمر چھاپرا جو اس مقدمہ میں بطور عدالتی مشیر تشریف لائے تھے انہوں نے ان اثرات کو درج ذیل الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

''اسی لئے قرضے لیسٹر تھرو کے قول کے مطابق ان لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جو خوش قسمت ہوں نہ کہ وہ جو حاجتمند اور مستحق ہوں۔ اسی لئے موجودہ بینکاری نظام تقسیم دولت کا غیر عادلانہ نظام مسلط کرتا ہے، یہاں تک کہ مورگن گارنٹی ٹرسٹ کمپنی جو امریکہ کا چھٹا سب سے بڑا بینک ہے اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ بینکاری نظام ان لوگوں کو سرمایہ فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے جو چھوٹی کمپنیاں ہوں یا شراکت داری کرنا چاہتی ہوں اور بینکوں کے سرمایہ کی زیادتی بھی انہیں صرف ان کمپنیوں کو تمویل کرنے پر ہی ابھارتی ہیں جن کے پاس بہت زیادہ مال ہوتا ہے۔ لہٰذا اگرچہ بینکوں کی زیادہ تر آمدنی آبادی کی اکثریت سے آتی ہے لیکن اس کا فائدہ مجموعی طور پر مالدار لوگ ہی اٹھاتے ہیں۔''

(ڈاکٹر چھاپرا کا تحریری بیان بعنوان ''اسلام نے سود کو کیوں حرام قرار دیا؟'' ص ۱۸)

مندرجہ بالا اقتباس کی سچائی کا اندازہ اسٹیٹ بنک آف پاکستان کی ستمبر ۱۹۹۹ء کی شماریاتی رپورٹ میں کیا جاسکتا ہے کہ کل ۲۱ لاکھ ۸۴ ہزار ۴ سو ۱۷ (۲۱۸۴۴۱۷) کھاتے داروں میں صرف ۹ ہزار ۲ سو ۶۹ (۹۲۶۹) افراد نے (جو کہ مجموعی کھاتوں کا ۴۲۴۳% فیصد ہیں) ۴۳۶۶۲۷ روپے کا فائدہ اٹھایا جو مساوی طور پر ممکن ہیں اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں کہ جس میں سود کی ادائیگی نے چھوٹے تاجروں کو تباہ کر دیا ہے لیکن ہمارے موجودہ بینکاری نظام میں تمویل کرنے والے کے ساتھ سود اور افراط زر سے آزاد نظام کے دلائل اس ۲۱ ویں صدی کے لئے بڑے مضبوط دکھائی دیتے ہیں۔'' یہی مصنف ایک دوسری کتاب میں درج ذیل بات بیان

مہلت سے خاتمے تک

آج کل سپریم کورٹ میں ربا کے خاتمے کے لئے دیئے گئے فیصلے پر نظر ثانی کے لئے دائر کی گئی درخواست کی سماعت ہو رہی ہے۔ آخری اطلاعات آنے تک جج صاحبان نے فریقین کے وکلاء کے دلائل سن کر فیصلہ محفوظ کرلیا ہے۔ وکلاء کے اٹھائے گئے نکات کو قومی اخبارات شہہ سرخیوں میں جگہ دیتے رہے اور چونکہ دینی معلومات سے اور معاصر سماج پر اس کے صحیح اطلاق سے عوام الناس کی اکثریت اگرچہ وہ معروف معنوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ کیوں نہ ہو، ناواقف ہے، اس لئے کئی روز تک سودی بینکاری کے حق میں مسلسل نت نئے نکات، تایید وحمایت بلکہ جواز کے دلائل اور سودی بینکاری کے متبادل نظام پر تحفظات واشکالات کے مسلسل سامنے آنے سے پورے ملک کی فضا ایسے بن گئی کہ عام آدمی یہ محسوس کرنے لگا کہ شاید واقعی سود ہماری معیشت کے لئے ناگزیر اور متبادل شرعی نظام خدانخواستہ ناقابل عمل بلکہ نقصان دہ ہے۔ ساتھ ہی حیرت انگیز طور پر وکلاء کے دلائل نے یہ رخ اختیار کرلیا کہ سود مفید بلکہ ناگزیر ہے اور وہ اس کے خاتمے کے لئے مہلت نہیں چاہتے بلکہ اس کے خلاف دیئے گئے فیصلے کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ جب اس سلسلے میں اسلامی معاشیات کے مجدد، پاکستان میں اسلامی بینکاری کا تعارف کروانے والے اور سود کے خلاف پاکستانی تاریخ کا مفصل ترین فیصلہ لکھنے کا اعزاز حاصل کرنے والی شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سے رابطہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سرکاری وکلاء نے جتنے دلائل دیئے ہیں ان سب کا جواب وہ پہلے سے جانتے ہیں۔ حضرت کے تاریخی فیصلے میں سود کی تعریف اور اس کی تمام اقسام کی حرمت پر قرآن وسنت کے واضح دلائل کے علاوہ اس کے معاشی، معاشرتی اور اخلاقی نقصانات اور متبادل شرعی نظام پر ممکنہ اعتراضات کا ہر پہلو سے تفصیلی جائزہ لیا گیا تھا جس کی بناء پر یہ فیصلہ ایک دستاویز کی حیثیت اختیار کر گیا تھا مگر اس کی ریکارڈ پر موجودگی کے باوجود وہ سب باتیں دوبارہ دہرائی گئی ہیں جن میں اب کوئی وزن نہیں۔ چونکہ ان صفحات میں ان سب مباحث اور اشکالات کے جواب کو سمیٹنا ممکن نہیں اس واسطے بطور مثال کے صرف ایک مشہور اعتراض کا جواب اسی فیصلے سے اقتباسات لے کر دیا جارہا ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے بقیہ شبہات میں بھی کتنا وزن ہوگا؟ حضرت کا اصل

فیصلہ انگریزی میں تحریر کیا گیا ہے لہذا جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے پاس زبان اور اصلاحات سے ناواقفیت کا عذر بھی نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ کی حجت

اس کی مخلوق پر تمام ہوگئی ہے۔اس کا اردو ترجمہ شعبان ۲۱ھ نومبر ۲۰۰۰ء سے شوال ۲۲ھ، جنوری ۲۰۰۲ء تک پندرہ اقساط میں ماہنامہ البلاغ میں شائع ہوتا رہا ہے۔ یہ فیصلہ ایک طرف سے تو علمی اعتبار سے انتہائی دقیع ہے، دوسری طرف اعلیٰ پائے کی انگریزی کا خوبصورت مرقع ہے۔یوں تو وکلاء کے اٹھائے گئے نکات بہت سے تھے لیکن چونکہ اس بات کی بازگشت بہت زور سے دور دور تک سنی گئی کہ سود ہماری معیشت کے لئے ناگزیر ہے۔ بینک ملکی معیشت کے لئے مفید خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کا نظام تبدیل کرنے سے ملکی معیشت شدید عدم استحکام اور وطن عزیز انارکی کا شکار ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ۔اس واسطے اس اشکال کے جواب پر مشتمل اقتباسات اس فیصلے سے اخذ کرکے درج کئے جاتے ہیں۔اس جواب پر دوسرے اشکالات کے جواب کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ تلخیص وترتیب مولانا سفیر احمد ثاقب نے کی ہے جو حضرت کے تلمیذ رشید اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل ومخصص ہیں، امید ہے کہ اس سے بہت سے لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوں گی۔

۱۹۹۸ء کے دسمبر کے اخیر تک مجموعی تمولیات ٪۵۔۶۴ فیصد حصہ ہیں۔

(۲) پیداوار پر بُرے اثرات:

چونکہ سود پر مبنی نظام میں سرمایہ مضبوط رہن (گروی) کی بنیاد پر فراہم کیا جاتا ہے اور فنڈز کا استعمال تمویل کے لئے کسی قسم کا بنیادی معیار قائم نہیں کرتا اسی واسطے یہ لوگوں کو اپنے وسائل کے پار رہنے پر مجبور کرتا ہے، مالدار لوگ صرف پیداواری مقاصد کے لئے قرضے نہیں لیتے بلکہ عیاشیانہ خرچوں کے لئے بھی قرضے لیتے ہیں اسی طرح حکومت صرف حقیقی ترقیاتی پروگرام کے لئے قرضے نہیں لیتی بلکہ فضول اخراجات اور اپنے ان سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے بھی قرضے لیتی ہے جو صحت مند معاشی فیصلوں پر مبنی نہیں ہوتے، منصوبوں سے غیر مربوط قرضے جو کہ صرف سود پر مبنی نظام میں ہی ممکن ہیں ان کا فائدہ قرضوں کے سائز کو خطرناک حد تک بڑھانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ۱۹۹۸ء سے ۱۹۹۹ء تک کے بجٹ کے مطابق ہمارے ملک کے ٪۴۶ فیصد اخراجات صرف قرضوں کی ادائیگی میں خرچ ہوئے جبکہ صرف ۱۸ فیصد ترقیات پر لگے جن میں تعلیم، صحت اور تعمیرات شامل ہیں۔

(ج) اثرات بد تقسیم دولت پر:

ہم یہ بات پہلے بیان کرچکے ہیں کہ جب تجارت کو سود کی بنیاد پر فائنانس (تمویل) کیا جائے تو سود پر مبنی تمویل اس وقت مقروض کو مزید نقصان پہنچاتی ہے جب وہ تجارتی خسارہ کا شکار ہو یا پھر وہ قرض دینے والے کو نقصان پہنچاتی ہے اگر مقروض اس سے عظیم نفع کمائے۔سودی نظام میں مذکورہ دونوں صورتوں میں ہونے والا ظلم کہیں زیادہ ہے اور اس کی وجہ سے تقسیم دولت کا نظام بہت بری طرح متاثر ہوا ہے۔

جب اس صورتحال کو اس حقیقت کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے جسے پیچھے بھی ذکر کیا گیا تھا کہ مجموعی تمویلات کا ۵ء۶۴ فیصد صرف ۴۲۴۳% فیصد کھاتہ داروں کو دیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کئی لاکھ (میلنز) افراد کی رقوم سے صرف ۹ ہزار ۲ سو ۶۹ افراد نے فائدہ اٹھایا۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں موجود تقسیم دولت کی ناہمواریوں اور ناانصافیوں میں اس قسم کے تمویلات نے کتنا بڑا کردار ادا کیا ہے اور یہ نسبت اس پرانے صرفی سود کے جو چند افراد پر انفرادی طور پر ظلم کرتا تھا اس جدید تجارتی سود نے پورے معاشرے کے ساتھ مجموعی طور پر کس قدر زبردست ظلم کیا ہے۔

موجودہ سودی نظام کس طرح امیروں کے لئے کام کرتا ہے اور کس طرح غریب کو مار دیتا ہے یہ بات جیمس رابرٹس نے درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

”سود کا ایک عام کردار معاشی نظام میں یہ ہوتا ہے کہ یہ خودکار طریقہ سے غریب سے امیر کی طرف سرمایہ کے انتقال کا سبب بنتا ہے اور پھر غریب سے امیر کی طرف انتقال سرمایہ تیسری دنیا کے ممالک کے قرضوں کے ذریعہ اور بھی زیادہ چونکا دینے کی حد تک واضح ہوگیا ہے لیکن یہ اصول پوری دنیا میں لاگو ہوتا ہے۔ اگر ہم نظام سرمایہ پر غور کرتے ہیں کہ کب اور کس طرح ہم اس قابل ہونگے کہ اس نظام کو دوبارہ از سرنو اس طرح ترتیب دیں کہ وہ نظام انصاف کے ساتھ بہترین طریقے سے چل سکے۔

”انتقال نفع غریب سے امیر کی طرف، غریب جگہوں سے امیر جگہوں کی طرف، غریب ممالک سے امیر ممالک کی طرف موجودہ مالیاتی تمویلی نظام کی وجہ سے ہے ایک وجہ غریب سے امیر کی طرف انتقال سرمایہ کی سود کی ادائیگی اور وصولی ہے جو معیشت کے اندر ایک کردار ادا کرتی ہے۔“

(۴) مصنوعی سرمایہ اور افراط زر کا اضافہ:

چونکہ سودی قرضے حقیقی پیداوار کے ساتھ کوئی خاص ربط نہیں رکھتے اور تمویل کرنے والا ایک مضبوط گروی حاصل کرنے کے بعد عموماً اس کا کوئی خیال نہیں کرتا کہ اس کی رقم مقروض کہاں استعمال کر رہا ہے نیز بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ذریعہ سرمایہ کی فراہمی و رسد ان اشیاء خدمات سے کوئی تعلق یا ربط نہیں رکھتی جو کہ واقعات کی دنیا میں پیدا کی گئی ہیں، اس طرح یہ صورتحال سرمایہ کی رسد اور اشیاء و خدمات کی پیداوار کے درمیان ایک سنگین حد تک عدم توازن پیدا کرتی ہے، یہی درحقیقت ایک واضح وجہ ہے جو افراط زر پیدا کرتی یا اسے مزید بھڑکاتی ہے۔

مذکورہ بالا صورتحال کو جدید بینکوں کے اس عمل نے خوفناک حد تک بڑھا دیا ہے جو تخلیقِ زر کے نام سے مشہور ہے، معاشیات کی ابتدائی کتابیں بھی عموماً تعریفی انداز میں ذکر کرتی ہیں کہ کس طرح بینک سرمایہ تخلیق کرتے ہیں؟ بینکوں کے اس بظاہر ''معجزانہ کردار'' کو بعض اوقات افزائش پیداوار اور خوشحالی لانے کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا جاتا ہے، لیکن موجودہ بینکاری کے چیمپئن اس تصور کے ذیل میں موجود خرابیوں کو بہت کم منکشف کرتے ہیں۔

موجودہ بینک کسی چیز کے بغیر تخلیق زر کرتے ہیں، انہیں اپنے کھاتوں کے مقابلے میں دس گنا زائد قرضے دینے کی بھی اجازت ہوتی ہے، اس واسطے حکومت کے حقیقی ذخائر اور قرضوں سے آزاد سکے اور روپے کی تعداد گردش کرنے والے مجموعی روپوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں، ان میں سے اکثر مصنوعی ہیں اور ان کو بینکوں کی تمویل کی وجہ سے پیدا کیا گیا ہے، حکومت کے جاری کئے ہوئے حقیقی روپیہ کی تعداد روز بروز اکثر ممالک میں کم ہوتی جارہی ہے جبکہ بینکوں کے پیدا کئے ہوئے روپے کی جن کی پشت پر کچھ نہیں ہے تعداد مستقل بڑھ رہی ہے، قرضوں در قرضوں کا یہ چکراب سرمایہ کی رسد کا ایک عظیم حصہ بن چکا ہے اور حکومت کے جاری کئے ہوئے حقیقی زر کا تناسب اکثر ملکوں میں مسلسل بڑھ رہا ہے۔ برطانیہ کی مثال لیجئے ۱۹۹۷ء کی شماریاتی رپورٹ کے مطابق مجموعی زر کا اسٹاک ۶۸۰ بلین پاؤنڈ تھا جن میں سے صرف ۲۵ بلین پاؤنڈ حکومت برطانیہ نے سکوں اور کاغذی نوٹ کی شکل میں جاری کئے اس کے علاوہ بقیہ ۶۵۵ بلین پاؤنڈ بینکوں کی تخلیق کے ذریعہ پیدا ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجموعی رسد سرمایہ کا صرف ۳ء۶٪ قرضوں سے آزاد سرمایہ تھا جبکہ بقیہ ۹۶ء۴٪ بینکوں کے پیدا کئے ہوئے بلبلہ یا جھاگ کے سوا کچھ نہ تھا۔

دنیا کی پوری معیشت اس طرح ایک غبارہ کی شکل اختیار کر چکی ہے جو روز بروز ایسے نئے قرضوں اور تمویلی معاملات سے پھولتا جارہا ہے جس کا حقیقی معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ بڑا غبارہ بازار کے جھٹکوں کی زد میں ہے اور کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے اور ماضی قریب میں ایسا متعدد مرتبہ ہو چکا ہے خصوصاً جبکہ ایشین ٹائیگرز مکمل تباہی کے کنارے پہنچے اور ان کے جھٹکے پورے عالم میں محسوس کئے گئے اور میڈیا نے یہ شور مچایا کہ مارکیٹ کی معیشت آخری سانس لے رہی ہے۔

آج پوری دنیا کی خطرناک صورتحال دراصل سود پر مبنی نظام کو معیشت پر بے قابو اختیار دیئے جانے کا نتیجہ ہے، کیا کوئی شخص پھر بھی یہ اصرار کرسکتا ہے کہ تجارتی سود ایک معصومانہ معاملہ ہے؟ درحقیقت تجارتی سود کے بحیثیت مجموعی نقصانات ان صرفی سود کے معاملات سے کہیں زیادہ ہیں جس سے گذشتہ زمانے میں چند افراد انفرادی طور پر متاثر ہوتے تھے۔